علمِ منطق ــــ ایک جائزہ

جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری۔ ایم اے، ایل ایل بی
سابق رجسٹرار امتحانات عربی وفارسی اتر پردیش

(۲)

اسی طرح قاضی ساعد اندلسی لکھتا ہے:۔

" ثم لما افضت الخلافۃ الی ... عبد اللہ المامون .... فداخل ملک الروم واتحفھم ..... بالھدایا الخطیرۃ وسألھم صلتہ بمالدیھم من کتب الفلسفۃ "

پھر جب خلافت ... ابو عبداللہ المامون کو پہنچی تو ... اس نے روم کے بادشاہ سے خط وکتابت کی، اُسے اور اس کے امراء کو بیش قیمت تحفے بھیجے اور اس کے بدلے میں اُن کے یہاں جو فلسفہ کی کتابیں تھیں اُن کی خواہش کی۔

ظاہر ہے "روم" سے ان تمام مصادیق کا عہدِ حاضر میں "رومانیہ" سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے بلکہ اُس زمانہ میں ایک مستقل جمہوریت کی حیثیت سے رومانیہ کا وجود بھی نہ ہوگا، مگر مضمون نگار نے قارئین کی نظر میں تمہید کے مصنف مصطفیٰ عبدالرزاق کو بھی لال بجھکڑ بنا دیا حالانکہ انھوں نے یہ بات ہرگز نہیں کی۔ بہتر ہوتا اگر وہ یہ غیر ضروری وضاحت نہ کر کے خود کو اور مصطفیٰ عبدالرزاق کو تضحیک کا موضوع نہ بناتے۔

منطق کا تعارف

اس ذیلی عنوان کے تحت مضمون نگار نے لکھا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو وجود بخشا ہے، اس وجود کے چار درجے ہیں:
پہلا وجود نقشی، دوسرا وجود لفظی، تیسرا وجود ذہنی اور چوتھا وجود عینی یعنی خارجی اور ان میں سے ہر ایک اپنے مابعد کو سمجھنے کے لیے راستہ ہموار کرتا ہے۔ ان میں سے تیسرے وجود ذہنی کے ساتھ جو علوم متعلق ہوتے ہیں ان کو علوم ذہنیہ کہتے ہیں، جیسے علم منطق وغیرہ۔"

مضمون نگار نے اس اقتباس کا کوئی حوالہ نہیں دیا، جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا یہ نکتہ آفرینی ان کے ذاتی ابتکار فکر کا نتیجہ ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ تقریر طاشکبریٰ زادہ کی کاوش فکر ہے جسے انھوں نے "مفتاح السعادہ ومصباح السیادہ" میں لکھا ہے۔ پہلے تو انھوں نے لکھا ہے:۔

اعلم ان للاشیاء وجوداً فی اربع مراتب فی الکتابۃ والعبارۃ والاذھان والاعیان۔ وکل سابق منھا وسیلۃ الی اللاحق"

جاننا چاہیے کہ وجود اشیاء کے چار مرتبے ہیں: کتابت، عبارت، اذہان اور اعیان۔ انہیں سے ہر سابق اپنے بعد آنے والے کے سمجھنے کے لیے وسیلہ کا کام دیتا ہے

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"اعلم ان العلوم الباحثۃ عن احوال الاذھان ھی العلوم الآلیۃ المعنویۃ واجلھا علم المنطق"

جاننا چاہیے کہ جو علوم اذہان کے احوال سے بحث کرتے ہیں وہ معنوی علوم آلیہ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ جلیل المرتبہ علم منطق ہے

بعد میں اس تقسیم کو حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں نقل کیا۔ وہ لکھتے ہیں

"التقسیم الخامس ما ذکرہ صاحب مفتاح السعادۃ وھو احسن من الجمیع حیث قال اعلم ان للاشیاء وجوداً فی اربع مراتب فی الکتابۃ

پانچویں تقسیم وہ ہے جس کا ذکر مفتاح السعادہ کے مصنف نے کیا ہے اور یہی سب سے بہتر ہے چنانچہ انھوں نے کہا ہے: جاننا چاہیے کہ وجود اشیاء کے چار مرتبے ہیں: کتابت، عبارت۔

والعبادة والأذهان والأعيان و	اذہان اور اعیان۔ ان میں سے ہر سابق اپنے بعد
كل سابق منها وسيلة الى اللاحق.	آنے والے رکے سمجھنے کے لیے وسیلہ کا کام دیتا ہے
... وذكر فی الثالثة العلوم الباحثة	... اور تیسری قسم میں اُن علوم کا ذکر کیا ہے جو
عما فی الأذهان من المعقولات الثانية	ان معقولات ثانیہ سے اُن علوم سے بحث کرتے
وهی علم المنطق"۔	ہیں جو ذہنوں میں ہیں اور وہ علم منطق ہے۔

سنہ ۱۹۶۰ء میں حکیم فضل الرحمٰن سواتی نے جناب محمد یوسف کوکن کی کتاب "ابن تیمیہ" پر تعصب کے سلسلے میں متکلمین، صوفیاء، مشائین، اشراقیین کی تقسیم چہارگانہ کا ذکر کیا تھا۔ اس تقسیم پر جون سنہ ۱۹۶۰ء کے "برہان" میں ایک تبصرہ چھپا تھا جس میں طاشکبری زادہ اور حاجی خلیفہ کے ان افادات کو دہرایا گیا تھا:۔

"پانچویں تقسیم طاشکبری زادہ کی مفتاح السعادہ و مصباح السیادہ سے ماخوذ ہے اور اسے حاجی خلیفہ نے پسند کیا ہے، چنانچہ لکھا ہے: التقسيم الخامس ما ذكره صاحب مفتاح السعادة وهو احسن من الجميع. اس تقسیم کا منشاء یہ ہے کہ وجود اشیاء کے چار مراتب ہیں:۔ کتابت، عبارت، اذہان، اعیان۔ ان میں سے پہلے تین مراتب سے جو علوم متعلق ہیں، وہ آلی ہیں:...

(۱) علم الخط

(۲) علم اللسان (بشمول علم تاریخ)

(۳) علم المنطق"

اس تفصیل کے بعد یہ سمجھنا آسان ہے کہ مضمون نگار کی مزعومہ "نکتہ آفرینی" ان میں سے کسی ماخذ (غالباً برہان سنہ ۱۹۶۰ء) صفحہ ۳۷ سے ماخوذ ہے مگر انھوں نے جو بھی مصلحت رہی ہو، حوالہ دینے کی زحمت نہیں فرمائی لیکن یہ کوئی پسندیدہ امر نہیں ہے (۱) حاشیہ صفحہ ۱۰۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

وجہ تسمیہ :

اسی طرح مضمون نگار نے منطق کی وجہ تسمیہ کے ضمن میں جو لکھا ہے :۔

" ذہن سے تعلق رکھنے والے اس علم کو منطق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نطق، نطق خارجی یا ظاہری یعنی گفتگو اور نطق داخلی یا باطنی، یعنی فہم و ادراک پر بالسویہ بولا جاتا ہے اور اس علم کا کام یہ ہے کہ نطق باطنی میں استحکام پیدا کرنے کے ساتھ ہی گویائی کی قوت عطا کرے، اسی لیے اس علم کا نام منطق رکھا جانا اولیٰ ہے"

یہ بھی ڈاکٹر میر ولی الدین مرحوم کے مضمون " فارابی " سے ماخوذ ہے جو انھوں نے "معارف" میں لکھا تھا (ستمبر ۵۳ء ص ۱۸۷) :۔

" منطق کو منطق اس لیے کہا گیا کہ نطق کا جس سے منطق نکلی ہے، اطلاق تین معنی پر ہوتا ہے (۱) لفظ (۲) ادراک کلیات (۳) نفس ناطقہ۔ منطق کا علم نفس ناطقہ کو ادراک کلیات کے لیے قوی کرتا ہے اور اس علم کی وجہ سے انسان کی زبان گفتگو کے وقت راستی و درستی کی راہ پر چلتی ہے۔"

حاشیہ صد ۱۰۶

۱؎ کیونکہ برہان کا یہ شمارہ جس میں مضمون شہاب الدین سہروردی چھپا ہے نیز اس کے بعد کے تین شمارے مضمون نگار کے مضمون لکھتے وقت پیش نظر تھے چنانچہ وہ برہان فروری ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۱۶ سطر ۹ پر ان چاروں شماروں سے اپنی واقفیت کا اعتراف کرتے ہیں

گذارش

خریدار حضرات اور ممبران ادارہ خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیدیا کریں تاکہ جواب میں تاخیر نہ ہو۔

موضوع :-

اس ذیلی عنوان کے تحت مضمون نگار نے لکھا ہے :-

"منطق کا موضوع معقولات ثانیہ ہیں۔"

سوال یہ ہے کیا یہ ماہرینِ منطق کا متفقہ قول ہے؟ غالباً نہیں کیونکہ منطق کے طویل نصاب میں ابتدار سے انتہا تک طالب علم کا اس کے متبادل اقوال سے بھی سابقہ پڑتا ہے اس لیے مضمون نگار کی یہ اختصار پسندی ناقابلِ فہم ہے جب کہ انھوں نے اگلے ذیلی عنوان "مختلف علوم سے منطق کا تعلق" کے تحت پورے سولہ صفحے لکھے ہیں اور ان کے اندر نہ صرف فارابی، اخوان الصفا، ابن مسکویہ اور ابن سینا جیسے فحول مسلمان منطقیوں کے افادات پر بحث کی ہے بلکہ یونانی فلاسفہ میں سے ارسطو، ابیقور، زینو اور ہیراکلیس سے تعرض کرنے کے علاوہ مختلف علوم جدیدہ جیسے نفسیات، اخلاقیات، سائنس وغیرہ سے بھی بحث کے ڈانڈے ملا دیئے ہیں۔

کیا کاتبی قزوینی، قطب الدین رازی، علامہ تفتازانی، محقق دوانی یا میر زاہد ہروی، ملا محب اللہ بہاری، مولانا بحر العلوم، قاضی مبارک جیسے اساطین فضلائے روزگار اس بات کے مستحق نہ تھے ان کے اقوال یا توضیحات کو درخورِ اعتنا سمجھا جائے؟ فیا للعجب۔

سعد الدین تفتازانی منطق کے موضوع کے سلسلے میں "تہذیب المنطق" کے اندر فرماتے ہیں :-

"وموضوعہ المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث انہ یوصل الی المطلوب"۔

"منطق کا موضوع معلومات تصوریہ و تصدیقیہ ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تک پہونچاتے ہیں۔"

علامہ تفتازانی کے اتباع یا کم از کم مماشاۃ میں محقق دوانی فرماتے ہیں :-

"قولہ: المعلوم التصوری الخ ای موضوع المنطق المعلوم التصوری من حیث انہ

یوصل الی مطلوب تصوری والمعلوم التصدیقی من حیث انہ یوصل الی مطلوب تصدیقی"

(ماتن کا قول العلوم تصوری الخ، یعنی منطق کا موضوع معلوم تصوری ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تصوری تک پہونچاتا ہے اور معلوم تصدیقی ہے اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تصدیقی تک پہونچاتا ہے۔)

محقق دوانی کی "شرح تہذیب" (ملا جلال) پر میر زاہد ہروی نے جو حاشیہ لکھا ہے اور اس حاشیہ پر مولانا بحر العلوم نے جو حاشیہ لکھا ہے، ان کے اندر بھی اگرچہ محض اسی قول پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ تفصیلی توضیح کے لیے دوسرے مذاہب کا بھی ذکر ہے، پھر بھی ماتن کے قول کو ساقط الاعتبار قرار نہیں دیا، چنانچہ میر زاہد فرماتے ہیں:-

"قولہ موضوع المنطق الخ ۔۔۔ عدل المتاخرون عنہ الی ذلک"

"شارح محقق دوانی کا قول "موضوع المنطق الخ ۔۔۔ متاخرین نے متقدمین کے قول سے اس قول کی طرف (کہ منطق کا موضوع معلومات تصوریہ و تصدیقیہ بحیثیت موصل الی المطلوب ہونے کے ہیں) عدول کیا ہے۔"

اسی طرح مولانا بحر العلوم نے بھی یہ کہہ کر کہ:-

"وقد یقال من قبل المتاخرین ان موضوع المنطق ما ھو موصل بالذات ایصالا قریبا او بعیدا ولاشک ان الموصل انما ھو المعلوم والمعقول الثانی واسطۃ فی الثبوت لا انہ موصل"

"اور کبھی متاخرین کی جانب سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ منطق کا موضوع وہ ہے جو بالذات (براہ راست) موصل ہو خواہ یہ ایصال ایصال قریب ہو یا ایصال بعید اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ موصل صرف معلوم تصوری و تصدیقی ہی ہوتا ہے اور معقول ثانی تو صرف ثبوت میں واسطہ ہوتا ہے نہ کہ موصل"

ماتن کے قول کی ایک طرح تائید کی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی سے پہلے کاتبی قزوینی (صاحب حکمۃ العین) اور مولانا قطب الدین رازی کا بھی یہی خیال تھا، چنانچہ کاتبی قزوینی "تحریر القواعد المنطقیہ" (شمسیہ) میں لکھتے ہیں:۔

"فموضوع المنطق المعلومات التصوریہ والتصدیقیہ، لان المنطقی یبحث عنہا من حیث انہا توصل الی مجہول تصوری او تصدیقی ومن حیث انہا یتوقف علیہا الموصل الی التصور.... ومن حیث انہا یتوقف علیہا الموصل الی التصدیق"

(پس منطق کا موضوع معلومات تصوریہ و تصدیقیہ ہیں کیونکہ منطقی انہیں سے بحث کرتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصوری یا مجہول تصدیقی تک پہونچاتے ہیں اور اس حیثیت سے کہ انھیں پہ تصور تک پہونچانے والے موصل.... اور تصدیق تک پہونچانے والے موصل کا دارومدار ہے۔)

اور اس کی شرح میں قطب الدین رازی فرماتے ہیں:۔

"فنقول موضوع المنطق المعلومات التصوریہ والتصدیقیہ لان المنطقی یبحث عن اعراضہا الذاتیۃ وما یبحث فی العلم عن اعراضہ الذاتیہ فہو موضوع ذلک العلم فیکون المعلومات التصوریۃ و التصدیقیہ موضوع المنطق .... وبالجملۃ المنطقی یبحث عن احوال المعلومات التصوریۃ والتصدیقیہ التی ہی اما نفس الایصال الی المجہول او الاحوال التی یتوقف علیہا الایصال"

(پس ہم کہتے ہیں کہ منطق کا موضوع معلومات تصوریہ اور تصدیقیہ ہیں کیونکہ منطقی انھیں کے اعراض ذاتیہ سے بحث کرتا ہے اور کسی علم میں جس چیز کے اعراض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے وہی اس علم کا موضوع ہوتی ہے۔ پس معلومات تصوریہ و

تصدیقیہ منطق کا موضوع ہیں۔۔۔۔ غرض منطقی معلومات تصوریہ و تصدیقیہ کے سوال سے بحث کرتا ہے جو یا تو نفس ایصال الی المطلوب پر مشتمل ہوتے ہیں یا ان احوال پر جن پر ایصال کا دار و مدار ہوتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ میر سید شریف جن کا رجحان دوسرے متبادل قول کی طرف ہے، ماتن و شارح کی مماشاۃ میں اسی مذہب کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ میر قطبی میں شارح کے قول "فنقول موضوع المنطق المعلومات التصوریۃ والتصدیقیۃ" کے تحت فرماتے ہیں۔

"اقول لیس المراد انھا مطلقا موضوع المنطق بل ھی مقیدۃ بصحۃ الایصال موضوع لہ وذلک لان المنطقی لا یبحث عن جمیع احوال المعلومات التصوریۃ والتصدیقیۃ مطلقا بل عن احوالھا باعتبار صحۃ ایصالھا الی مجھول۔"

(میں کہتا ہوں مراد یہ نہیں ہے کہ معلومات تصوریہ و تصدیقیہ مطلقاً منطق کا موضوع ہیں بلکہ اس کے موضوع ہونے کے بارے میں اسی تصور میں مقید ہیں کہ ان کا موصل الی المطلوب ہونا صحیح ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منطقی معلومات تصوریہ و تصدیقیہ کے جملہ احوال سے علی الاطلاق بحث نہیں کرتا، بلکہ صرف اُن احوال سے اس اعتبار سے بحث کرتا ہے کہ اُن کا موصل الی المجہول ہونا صحیح ہو۔)

اس کے بعد وہ منطق میں مبحوث عنہا معلومات تصوریہ و تصدیقیہ کے احوال کو گناتے ہیں اور اس طرح منطق کے مبحوث عنہا مسائل کی شمار کرتے ہیں مثلاً کلیات خمسہ کی بحوث کو معلومات تصوریہ کے اُن احوال کے اندر مشمول کرتے ہیں جن پر مجہول تصوری کی طرف ایصال براہ راست موقوف ہو یا قیاس، استقراء اور تمثیل کی ابحاث کو معلومات تصدیقیہ کے اُن احوال کے اندر مشمول کرتے ہیں جو مجہول تصدیقی کی جانب موصل ہوتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ "سلم العلوم" کے شارح بھی ہر چند کہ اُن کا رجحان متقدمین کے مذہب

کی جانب سے متاخرین کے اس قول کو بالاہتمام بیان کرتے ہیں اور اسے اس طرح ساقط الاعتبار قرار نہیں دیتے جس طرح بعض ضعیف مذاہب کو۔ چنانچہ قاضی مبارک گوپاموی "موضوع منطق" کے ضمن میں متقدمین کے مذہب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں:۔

"و ذھب المتاخرون الی ان موضوعہ المعلوم التصوری والتصدیقی من تلک الجھۃ"

اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ منطق کا موضوع اسی (ایصال الی المطلوب) کی حیثیت سے معلوم تصوری و تصدیقی ہیں۔

اسی طرح مولانا بحر العلوم اپنی "شرح مسلم العلوم" میں فرماتے ہیں:۔

"واما المتاخرون فقالوا موضوع المنطق المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث الایصال بناء اعلی ان اکثر ما یقع المعقول الثانی محمولاً لمسائل ھذا الفن فلا یکون موضوعاً۔"

(رہے متاخرین تو وہ کہتے ہیں کہ منطق کا موضوع معلوم تصوری و تصدیقی ہیں، بحیثیت موصل (الی المطلوب) ہونے کے۔ (اُن کے اس خیال کی) وجہ یہ ہے کہ اکثر معقول ثانی اس فن کے مسائل کے محمول کی صورت میں واقع ہوا کرتا ہے لہٰذا یہ (معقول ثانی) اس فن کا موضوع نہیں ہو سکتا۔)

اسی طرح ملا حسن فرماتے ہیں:۔

"وذھب المتاخرون الی موضوعہ المعقولات التصوریۃ والتصدیقیۃ مطلقاً"

(اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ منطق کا موضوع معقولات تصوریہ و تصدیقیہ ہیں (مطلقاً)۔)

یہی نہیں بلکہ وہ اس مذہب کی تصویب کر کے اسے اپنا مختار قرار دیتے ہیں:۔

"وھو الحق عندی بالنظر الدقیق فان المعقول الثانی یجعل محمولات۔۔ والموضوع لا یجعل محمولا"

(اور نظر دقیق کے بعد یہی مذہب میرے نزدیک حق ہے کیونکہ (متقدمین کے

مذہب کا معقول ثانی...... محمول بھی بنایا جاتا ہے..... حالانکہ موضوع محمول نہیں بنایا جاتا۔)

غرض منطق کے موضوع کے باب میں چار مذہب رہے ہیں: دو متقدمین کے یہاں اور دو متاخرین میں :۔

۱۔ جمہور متقدمین کا مذہب تھا کہ منطق کا موضوع معقولات ثانیہ ہیں چنانچہ قاضی مبارک نے شرح سلم میں لکھا ہے :۔

"وموضوع المنطق عند القدماء المعقولات الثانیہ باعتبار صحۃ الایصال او توقفہ علیہ"

(اور منطق کا موضوع قدمار کے نزدیک معقولات ثانیہ ہیں، اس اعتبار سے کہ ان کا موصل ہونا صحیح ہو یا ایصال اس پر موقوف ہو۔

۲۔ لیکن متقدمین ہی کی ایک غیر اہم جماعت کا کہنا تھا کہ منطق کا موضوع الفاظ ہیں چنانچہ مولانا بحر العلوم نے میر زاہد علی ملا جلال کی اس عبارت پر کہ :۔ "وذھب المتقدمون الی ان موضوعہ المعقولات الثانیۃ من حیث توصل الی المجہول"

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تمام متقدمین کا (بغیر کسی استثنار کے قول نہیں ہے بلکہ صرف اُن کے جمہور کا ہے یہ اُن کی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ منطق کا موضوع الفاظ ہیں۔ فرماتے ہیں :۔" قولہ : ذھب المتقدمون اے جمہورھم والا فبعض المتقدمین ذھبوا الی ان موضوعہ الالفاظ "

مگر ماہرین علم منطق میں یہ قول انتہائی سخیف قرار دیا گیا چنانچہ قاضی مبارک "شرح سلم" میں فرماتے ہیں :۔

" ومن ظن ان موضوعہ الالفاظ من حیث دلالتہا علی المعانی المخصوصۃ فقد ضل ضلالا مبینا "

(اور جس نے یہ گمان کیا کہ منطق کا موضوع الفاظ ہیں اس حیثیت سے کہ وہ

مخصوص معانی پر دلالت کرتے ہیں تو وہ یقیناً کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے۔"

۳۔ تیسرا مذہب متاخرین کا ہے جب انھیں متقدمین کے مذہب پر (جس کی رو سے منطق کا موضوع معقولات ثانیہ ہیں) جو ایرادات وارد ہوتے ہیں ان کا اندفاع مشکل نظر آیا (تفصیل آگے آرہی ہے) تو انھوں نے ایک نئے قول کی طرف عدول فرمایا، جس کی رو سے منطق کا موضوع معلومات تصوریہ و تصدیقیہ ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب کی طرف موصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ قاضی مبارک فرماتے ہیں:۔

"وذهب المتاخرون ان موضوعه المعلوم التصوری والتصدیقی من هذه الجهة"

(اور متاخرین کا مذہب ہے کہ منطق کا موضوع معلوم تصوری و تصدیقی ہیں اس جہت سے کہ وہ موصل الی المطلوب ہوتے ہیں۔)

اسی طرح میر زاہد نے اپنے "حاشیہ ملا جلال" میں لکھا ہے:۔

"وعدل المتاخرون عنه الی ذلک"

بہر حال عام میلان جمہور متقدمین ہی کے مذہب کی جانب ہے کہ منطق کا موضوع معقولات ثانیہ ہیں مگر چونکہ "معقولات ثانیہ" کی کسی جامع و مانع تعریف پر اتفاق نہیں ہو سکا (تفصیل آگے آرہی ہے) اس لیے متاخرین نے متقدمین کے موقف سے عدول کر کے یہ موقف اختیار کیا کہ منطق کا موضوع معلومات تصوریہ و تصدیقیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ ایصال الی المطلوب میں مدد دیتے ہیں۔

فضلائے سابقین میں سے کاتبی قزوینی مولانا قطب الدین رازی اور علامہ [illegible] الدین تفتازانی [illegible] یہ مسلک تھا جس کی تفصیل پیچھے مذکور ہوئی۔ شرح سلم میں مشہور نازک دماغ منطقی ملا حسن نے بھی اسی مذہب کی تصویب کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وهو الحق عندی بالنظر الدقیق"

پھر آگے چل کر اسی موقف کی توثیق کرتے ہیں :۔

" فالحق ما قال المتاخرون "

(پس حق بات وہی ہے جو متاخرین نے کہی ہے۔)

۴۔ متاخرین سے ملا محب اللہ بہاری ؒ نے قدما کے مذہب کی تجدید کر کے "معقولات" کو "ثانویت" و "ثالثیت" کی تقیید سے آزاد کر دیا، چنانچہ وہ "سلم العلوم" میں فرماتے ہیں :۔

" وموضوعہ المعقولات من حیث الایصال الی تصور او تصدیق "

منطق کا موضوع معقولات (مطلق بغیر کسی قید کے) ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ تصور یا تصدیق (مجہول کی جانب موصل ہوتے ہیں۔

اس کی مزید وضاحت قاضی مبارک گوپا متوی ؒ نے سلم کی شرح میں کر دی :۔

" والیہ اشار المصنف بقولہ وموضوعہ المعقولات اعم من ان یکون اولیا او ثانویہ او ما بعدہ۔"

(اور اسی کی طرف مصنف (ملا محب اللہ) نے "موضوع المعقولات" کہہ کر اشارہ کیا ہے جو عام ہے اس سے کہ معقول اولی ہو یا ثانوی یا اس کے بعد کا)

اس مختصر جائزے سے مسلمانوں کی منطقی فکر کی ثروت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اسے ایک جملہ میں محدود کر دینا کہ "منطق کا موضوع معقولات ثانیہ ہیں۔" مضمون نگار کی قلت مطالعہ و کوتاہی فکر کی دلیل ہو یا نہ ہو لیکن اسلامی فکر کے ان فحول اساطین کی جگر کاویوں پر ظلم عظیم ہے جنہوں نے اپنی پوری عمر عزیز ہی منطقی تفکیر کو ترقی دینے میں صرف کر دی۔

پھر اگر مضمون نگار کی یہ "اختصار نوازی" "ما قل و دل" کی حامل ہوتی تو بھی اس کوتاہی سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا تھا مگر یہ تو ایجاز مخل کی مصداق ہے اور

اس لیے منطق کے تعارف کے باب میں کسی طرح کی روشنی بخشنے کے بجائے گمراہی کی موجب ہے اس کی تفصیل یہ ہے :-

جس طرح "معقولاتِ ثانیہ" سے منطق میں بحث کی جاتی ہے، اسی طرح فلسفہ اولی (مابعد الطبیعیات) میں بھی اُن سے بحث کی جاتی ہے۔ اس حقیقت کی جانب سب سے پہلے میر باقر داماد نے توجہ دلائی تھی، چنانچہ مولانا بحر العلوم اپنی "شرح سلم العلوم" میں فرماتے ہیں :-

"قال صاحب الافق المبین :- المعقول الثانی تارۃ یطلق علی مایعرض الشیٔ فی الذہن کالکلیۃ والجزئیہ وھو موضوع المنطق وتارۃ علی مایعرض الشیٔ من غیر ان یحاذی امر فی الخارج... والامکان ونظائرہ منہ وھو المستعمل فی الفلسفۃ"	مصنف الافق المبین نے لکھا ہے: معقول ثانی کا اطلاق کبھی اُس امر پر ہوتا ہے جو شے کو ذہن میں عارض ہوتا ہے جیسے کلیت و جزئیت اور وہ منطق کا موضوع ہے اور کبھی اُس کا اطلاق اس امر پر ہوتا ہے جو شے کو بایں طور عارض ہوتا ہے کہ خارج میں اُس کے مقابل کوئی امر نہیں ہوتا... ...امکان اور اُس کے نظائر بھی کے قبیل سے ہیں اور اس کا استعمال فلسفہ میں ہوتا ہے۔

اسی طرح میر باقر داماد کے شاگرد صدرائے شیرازی (مصنف صدرا شرح ہدایۃ الحکمۃ) "الاسفار الاربعہ" میں لکھتے ہیں :-

"کثیرا ما یطلق المعقول الثانی علی المحمولات العقلیہ و مبادیھا الانتزاعیۃ الذھنیہ	اکثر معقول ثانی کا اطلاق محمولات عقلیہ اور ان کے انتزاعی ذہنی مبادی پر ہوتا ہے... ....اور کبھی اُس کا اطلاق معانی منطقیہ

وقد يطلق على المعانى المنطقية والوجود المصدرى والشيئة والامكان والوجوب مشتقاتها من المعقولات الثانية بالمعنى الاخير

پر ہوتا ہے اور وجود مصدری، شیئیت، امکان وجوب اور ان کے مشتقات دوسرے معنی میں معقولات ثانیہ میں شمول ہیں۔

اسی طرح میرزاہد ہروی نے میر زاہد ملا جلال میں فرمایا ہے :۔

"مما ينبغى ان يعلم ان المعقول الثانى وهو ما يكون الذهن فقط ظرفا لعروضه على قسمين : الأول ان لا يكون الوجود الذهنى شرطاً للعروض كالوجود والشيئية ونحوهما والثانى ان يكون شرطاً له كالكلية والجزئية ونظائرهما وموضوع المنطق هو القسم الثانى"

جو امر جاننے کے لائق ہے یہ ہے کہ معقول ثانی کی (یعنی وہ امر جس کے لیے ذہن صرف عارض ہونے کا ظرف ہو) دو قسمیں ہیں : پہلی قسم وہ ہے جس کے عروض کے لیے وجود ذہنی کی شرط نہ ہو جیسے وجود شیئیت اور ان جیسے دوسرے امور۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں یہ اس کے لیے شرط ہو جیسے کلیت و جزئیت اور ان کے نظائر۔ اور منطق کا موضوع ان میں سے دوسری قسم ہے۔

میر باقر داماد کے اتباع میں قاضی مبارک گوپاموی نے اپنی "شرح سلم العلوم" میں لکھا ہے :۔

"ان المعقولات الثانيه على ضربين : نوع يجعل موضوع الحكمة الميزانية بتلك الحيثية وهى التى تكون مطابق الحكم خصوص تقرر الموضوع فى الذهن ... كالكلية

معقول ثانی کے دو نوع ہیں : ایک نوع کو اس حیثیت (ایصال الی المجہول ہونے کی جہت) کے ساتھ "حکمت میزانیہ" (منطق) کا موضوع بنایا جاتا ہے اور یہ وہ ہے کہ ذہن میں موضوع کے تقرر کا خصوص حکم

والجزئية والذاتية والعرضية .... ونوع يوخذ على وجه العموم وهي العوارض الانتزاعية التي لاتصدق على الاعيان بالحمل الاولى والذاتي .... كالوجوب والوجود والشيئية والامکان۔

کے مطابق ہو جیسے کلیت، جزئیت، ذاتیت اور عرضیت وغیرہ) .... (دوسری نوع) وہ ہے جس کا بروجہ عموم لحاظ کیا جاتا ہے اور وہ وہ انتزاعی عوارض ہیں جو اولی و ذاتی حمل کے ساتھ خارج پر صادق نہیں آتے جیسے وجوب، وجود، شیئیت اور امکان۔

غرض مضمون نگار نے معقولات ثانیہ کو "منطق کا موضوع" بنانے میں پہلی غلطی تو یہ کی ہے کہ مطلق معقولات ثانیہ" کو موضوع منطق بنایا ہے حالانکہ ان کی دو نوع ہیں اور صرف ایک نوع ہی منطق کا موضوع ہے جیسا کہ خاتم المتکلمین مولانا فضل حق خیر آبادیؒ قاضی مبارک شرح سلم" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

لاشبهه في ان موضوع المنطق عند القوم ليس هي المعقولات الثانيه مطلقاً كيف وهم مصرحون بكون الشيئية والوجود والامكان والعلية والمعلوليه ونظائرها معقولات ثانيه مع انها ليست موضوع المنطق۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قوم کے نزدیک منطق کا موضوع (جملہ معقولات ثانیہ علی الاطلاق نہیں ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ وہ شیئیت، وجود، امکان، علیت، معلولیت اور ان کے نظائر کے بارے میں مصرحہ طور پر کہتے ہیں کہ وہ معقولات ثانیہ ہیں۔ بایں ہمہ وہ منطق کا موضوع نہیں ہیں۔

فلا يفيد من القول بان موضوع المنطق نوع من المعقولات الثانيه"

پس یہ کہنے سے کوئی مضر نہیں ہے کہ منطق کا موضوع معقولات ثانیہ کی صرف ایک

نوع ہی میں منحصر ہے۔

اس سے بھی فاحش تر غلطی مضمون نگار نے ایک اور کی ہے۔ منطق میں (متقدمین کے نزدیک بھی) معقولات ثانیہ (کے نوع مخصوص) کے جملہ احوال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ ان احوال کی ایک مخصوص حیثیت سے بحث کی جاتی ہے اور وہ حیثیت ہے "مجہول تصوری یا تصدیقی کی جانب رہنمائی یا ایصال۔" چنانچہ مولانا بحرالعلوم اپنی "شرح سلم العلوم" میں فرماتے ہیں :۔

"لما کان للمعقول الثانی احوال یبحث عنها فی الفلسفۃ قید ہ بقولہ من حیث الایصال الی مجہول تصور او تصدیق۔"	کیونکہ معقول ثانی کے بعض احوال ایسے بھی ہیں جن سے فلسفہ میں بحث کی جاتی ہے، اس لیے ماتن (ملا محب اللہ بہاریؒ) نے اس (معقول ثانی) پر "من حیث الایصال الی مجہول تصور او تصدیق" کی قید بڑھا دی ہے۔

مگر مضمون نگار کو سائنس، نفسیات اور اخلاقیات سے منطق کی بحث کے ڈانڈے ملانے کی اتنی عجلت تھی کہ انھوں نے اتنی اہم "حیثیت" کو بھلا دیا، حالانکہ متقدمین ہوں یا متاخرین سب نے بالالتزام اس حیثیت کی تصریح کی ہے :۔

مثال کے طور پر قاضی مبارک نے متقدمین اہل منطق کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ہر چند کہ منطق کا موضوع "معقولات ثانیہ" کو بتاتے تھے مگر : "موضوع المنطق عند القدماء المعقولات الثانیہ باعتبار صحۃ الایصال او توقفہ علیہ۔"

متاخرین میں کاتبی قزوینی اور قطب الدین رازی منطق کا موضوع معلومات تصوریہ و تصدیقیہ کو بتاتے ہیں اس حیثیت سے کہ وہ مجہولات تصوریہ و تصدیقیہ کی جانب موصول ہوں۔ کاتبی قزوینی نے "شمسیہ" میں لکھا ہے :۔

"ان المنطقی یبحث عنها من حیث انها یوصل الی مجهول تصوری او تصدیقی"

اسی طرح قطب الدین رازی لکھتے ہیں :۔

"المنطقی یبحث عن احوال المعلومات التصوریۃ والتصدیقیۃ التی ھی اما نفس الایصال الی المجہول"

بعد میں میر سید شریف نے بھی رمز قطبی میں، اسی قید کی صراحت کی ہے :۔

"ان المنطقی لا یبحث عن احوال المعلومات التصوریۃ والتصدیقیہ مطلقا بل عن احوالہا باعتبار صحۃ ایصالہا الی مجہولٍ"

اسی طرح علامہ تفتازانی نے مصرحہ طور پر فرمایا ہے :۔

"وموضوعہ المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث انہ یوصل الی المطلوب"

اور محقق دوانی نے اس "من حیث انہ یوصل الی مطلوب تصوری ... وتصدیقی کو دہرا

آخر زمانہ میں ملا محب اللہ بہاری نے قرار کے مختار "معقولات ثانیہ" سے ثانویت" کی قید کو ساقط کر کے اسے مطلق تو کر دیا، مگر اس کی مخصوص حیثیت "ایصال الی المطلوب" کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ "سلم" میں فرماتے ہیں :۔

"وموضوعہ المعقولات من حیث الایصال الی تصور او تصدیق"

ان فروگزاشتوں کے بعد یہ طے کرنا آسان ہے کہ مضمون نگار کی علمی و تحقیقی ذمہ داری پر کہاں تک اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ نیز ایک دار العلوم کے ذمہ دار استاد ہونے کے ناطے عہد اسلام کی منطقی سرگرمیوں بالخصوص عہد حاضر میں مدارس عربیہ کے اندر زیر درس علم منطق کے تعارف کے باب میں ان سے جو توقع کی جا سکتی تھی انھوں نے کہاں تک پورا کیا ہے۔

مگر ہندوستان و ایران کی منطقی و فلسفی سرگرمیوں کے باب میں "ایران و توران" سرائی میں دفتر کے دفتر سیاہ کرنے سے کبھی سیری نہیں ہوئی۔ فروری مہینہ کی پوری قسط اسی شوق کی تشفی کے لیے وقف کر دی اس کے بعد اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

تو کارِ زمیں را نکو ساختی   کہ با آسمان نیز پرداختی   (باقی)